ATIT SE VARTMAN

CLASS-VII

قومی ترانہ

جَن گَن مَن اُدھینایک جیہ ہے
بھارت بھاگیہ وِدَھاتا !
پنجاب سندھ گجرات مراٹھا
دراوڑ اُتکل بنگ !
وِندھیہ ہماچل یمنا گنگا
اُچھل جل دھی ترنگ !
تَو شبھ نامے جاگے،
تَو شبھ آشش ماگے،
گاہے توَجے گاتھا !
جَن گَن منگل دَایک جیہ ہے
بھارت بھاگیہ وِدَھاتا !
جیہ ہے، جیہ ہے، جیہ ہے،
جیہ جیہ جیہ، جیہ ہے !

पब्लिशिंग
बिहार स्टेट टेक्स्ट बुक पब्लिशिंग कॉर्पोरेशन लिमिटेड
पटना

सत्र - 2014-15 | अतीत से वर्तमान, भाग-2, वर्ग-7 (उर्दू) | निःशुल्क वितरण हेतु

मुद्रक : संजय प्रिंटिंग वर्क्स, राय जय कृष्णा रोड, गुरहट्टा, पटना-8

کا ہی ذکر کیا ہے۔ اقتصادی تاریخ میں ان کی دلچسپی کم تھی۔ انہوں نے عہد وسطیٰ بہار کی مکمل تاریخ ترک عہد سے لے کر مغل دور حکومت کے زوال تک کئی مقالے لکھے۔ بہار کے صوفی سنتوں خاص طور سے فردوسی صوفیوں پر اہم تحقیق کی۔ امیر خسرو کی بیشتر تحریروں کا انہوں نے تحقیقی جائزہ پیش کیا۔ عہد وسطیٰ کے ہندوستان کی سماجی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر انہوں نے جانکاری مہیا کی۔ آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ عہد وسطیٰ میں پان کھانے کی عادت اور طور طریقوں پر انہوں نے ایک دلچسپ مضمون لکھا تھا۔ اس طرح حکمراں طبقہ سے لے کر صوفی سنتوں اور عام آدمی تک کی زندگی پر انہوں نے سنجیدگی سے غور کیا اور اس کی جانکاری اپنے قارئین کو دی۔

مختلف ذرائع، مخطوطات اور پرانے دستاویزات کی تلاش وجستجو کر کے، ان کا گہرا مطالعہ کر کے عسکری صاحب نے مقالے تحریر کئے اور تاریخ نویسی کو مزید معیاری اور بیش قیمتی بنایا۔ اس سے بھی اہم کام ان کا یہ تھا کہ انہوں نے تاریخ نویسی میں ایمانداری اور غیر جانبداری کے رجحان کو عام کیا۔ انہوں نے تاریخی مواد اور ذرائع کو تاریخ کے طالب علموں کے سامنے رکھا اور انہیں نہ صرف تحقیق کے لئے تیار کیا بلکہ انہیں مواد بھی مہیا کرایا۔

فارسی زبان کے مواد و ذرائع، مخطوطات اور فرمانوں کے مطالعہ اور جائزہ میں عسکری صاحب کی مہارت بے مثال تھی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انہیں اپنے علم پر کوئی فخر یا غرور نہیں تھا۔ وہ بہت ہی سادہ انسان تھے۔ وہ ہر طالب علم اور ریسرچ اسکالر کی مدد اور رہنمائی کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔

انسانیت کا مرقع

پروفیسر عسکری ایک عظیم تاریخ داں ہونے کے ساتھ ساتھ انسانیت کے بڑے علم بردار بھی تھے۔ انہوں نے اپنی موت سے قبل اپنے بچوں کو وصیت کی تھی کہ وہ غلط رسم ورواج پر خرچ نہ کریں۔ اگر ہو سکے تو چالیسویں کے دن غریبوں کو کھانا کھلائیں۔ یتیم بچوں کو پڑھانے کے خرچ اٹھائیں یا کسی بیوہ کی شادی پر وہ پیسہ خرچ کریں۔ انہوں نے کہا کہ بھیک مانگنے والے چاہے کسی مذہب کے ماننے والے ہوں ان کی مدد کرو۔ معذوروں اور بچوں کی مالی مدد کی بھی انہوں نے ضروری بتایا۔

اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ پروفیسر حسن عسکری جتنے بڑے تاریخ داں تھے اس سے بھی بڑے انسان تھے اور انسانیت کے بڑے حامی تھے۔

سید حسن عسکری کی پیدائش سیوان ضلع کے تعلیم یافتہ متوسط گھرانے میں ہوئی۔ ان کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ انہوں نے لنگٹ سنگھ کالج (L.S.College) مظفر پور سے بی اے پاس کیا۔ اس کے بعد انہوں نے پٹنہ یونیورسٹی سے تاریخ میں ایم اے اور قانون (Law) میں گریجوایشن کی سند حاصل کی۔

انہوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز وکالت سے کیا لیکن اس کام میں ان کا دل نہیں لگا۔ اس لئے انہوں نے تاریخ پڑھانے کو اولیت دی اور پٹنہ کالج میں لکچرر مقرر ہوئے۔ 1956ء میں سبک دوش ہونے کے بعد بھی 1974ء تک وہ پٹنہ یونیورسٹی میں درس وتدریس کے کام میں لگے رہے۔

تحقیق میں دلچسپی کی ابتدا

پٹنہ کالج میں شعبہ تاریخ کے صدر ڈاکٹر سوبل چندر سرکار نے ایک دن عسکری صاحب کو اپنی رہائش گاہ پر بلایا اور کالی کینکر دت (جو آگے چل کر مشہور تاریخ داں بنے) نام کے ایک نوجوان سے ملایا۔ کالی کینکر دت سوبل چندر سرکار کے ساتھ پی ایچ ڈی کرنے آئے تھے۔ ڈاکٹر سرکار نے عسکری صاحب سے کہا کہ کلکتہ سے آئے اس ریسرچ اسکالر کو خدا بخش لائبریری کے فارسی مخطوطات کو پڑھنے میں مدد کریں۔ مدد کرنے کے سلسلے میں ان کے اندر خود مخطوطات سے دلچسپی بڑھتی چلی گئی اور یہ دلچسپی عمر بھر قائم رہی۔

خدا بخش لائبریری، پٹنہ

سید حسن عسکری کئی تعلیمی اداروں سے جڑے رہے۔ انہوں نے تحقیقی مواد یکجا کرنے کے لئے دور دراز کا دیہی علاقوں کا سفر کیا۔ فارسی مخطوطات کے جانکار کے طور پر ان کی شہرت کا چرچا عروج پر پہنچا۔ انہوں نے انگریزی میں سب کچھ

تھے۔اس طرح سر یدوناتھ کے مطالعہ کا یہ موضوع نیا نہیں تھا لیکن ان کے مطالعہ کا طریقہ انگریز مورخین سے جدا اور زیادہ معیاری تھا۔انہوں نے اورنگ زیب کی تاریخ پانچ جلدوں میں مکمل کی۔اس کی تکمیل میں انہیں 25 سال لگ گئے۔اورنگ زیب پر لکھنے کے بعد یدوناتھ نے اروِن کے نامکمل کام کو پورا کیا۔یہ کتاب لیٹرمغلس (Later Mughals) کے نام سے شائع ہوئی۔اس میں 1739ء تک کی تاریخ رقم کی گئی ہے۔ان کی ایک دوسری کتاب Fall of the Mughal Empire ہے۔اس کتاب کو لکھنے کے بعد انہوں نے اپنے حب الوطنی کے جذبے کا اظہار کرتے ہوئے سرڈیسائی کو خط لکھا کہ''میں نے اس کتاب روشنائی سے نہیں اپنے دل کے لہو سے لکھا ہے۔ایسا کہہ کر میں اپنے اس ذاتی غم اور تشویش کے متعلق نہیں سوچ رہا ہوں جو مجھ پر زندگی کے آخری ایام میں طاری ہے اور نہ ہی اس شدید گرمی میں کتاب لکھنے کے دوران کی تکلیفوں اور صعوبتوں کا ذکر کر رہا ہوں۔راجاؤں کی محدود ذہنیت، بدکرداری، وزیروں کی مفاد پرستی، سپہ سالاروں کی بزدلی اور غداری کی کہانی ہندوستان کے ہر سچے سپوت کے سر کو شرم سے جھکا دیتی ہے۔پھر بھی خوشی ہے کہ میرا کام پورا ہوا اور میں پوری طرح پھر آزاد ہوں۔

ان کی دو اور خاص کتابیں (مغلیہ عہد سے متعلق) Shivaji and His Times اور Mughal Administration بھی ہیں۔ان کتابوں کے ذریعہ سر یدوناتھ نے موجودہ انتظامیہ اور شیواجی کی قیادت کا باریک مطالعہ پیش کیا ہے۔انہوں نے ایک کتاب The Military History of India کے ذریعہ ہندوستانی طریقہ جنگ، فوجیوں کے رکھ رکھاؤ اور ان پر ہونے والے اخراجات کا بھی بہت باریکی سے جائزہ لیا ہے۔

سر یدوناتھ نے عہد مغلیہ کے علاوہ Chaitanya his pilgrimage and India through the agesChaitanya life and teachingeaching کے ساتھ Cambridge History of India میں بھارت کی سیاسی اور ثقافتی تاریخ کے کئی اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔سر یدوناتھ کے ان کارناموں کی اہمیت فارسی اور دوسری زبانوں میں موجود بنیادی حقائق سے فائدہ اٹھانے کے سبب ہے۔انہوں نے کئی فارسی کتابوں کا ہندی میں ترجمہ بھی کیا ہے۔

سر یدوناتھ کی آخری کتاب A History of Jaipur ہے۔ان سے اس کو لکھنے کی گزارش مان سنگھ دوم نے کی تھی، جنھیں اپنے اجداد کے کارناموں پر ناز تھا۔سر یدوناتھ نے راج محل کے دستاویزات خانے میں موجود تمام ذرائع اور حقائق کی بنیاد پر جے پور کی تاریخ لکھی۔اسے راج ماتا گائتری دیوی کے ذریعہ شائع کروایا گیا۔

10 ہمارے تاریخ داں

استاد: بچو! آپ نے درجہ ششم میں قدیم ہندوستان سے متعلق تاریخ دانوں سے متعلق ضرور پڑھا ہوگا۔ آج آپ اس باب میں عہد وسطیٰ کی تاریخ نویسی سے متعلق کچھ مشہور ہندوستانی تاریخ دانوں کے بارے میں پڑھیں گے۔ یہ تاریخ داں صوبہ بہار سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان تاریخ دانوں میں سریدوناتھ سرکار اور سید حسن عسکری کا نام بہت ہی احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

امجد: اچھا سر! تو آج آپ ان تاریخ دانوں کی شخصیت اوران کے کارناموں کے متعلق ہمیں بتائیں گے ؟

استاد: ہاں امجد، تم نے ٹھیک سمجھا۔

سریدوناتھ سرکار (1870-1958)

سریدوناتھ سرکار

سریدوناتھ سرکار ایک بیدار ذہن اور وسیع خیال کے تاریخ داں تھے۔ عہد مغلیہ کی تاریخ نویسی میں ان کے کارناموں کو ان کی سچائی اور معیار کے سبب آج بھی اہم اور قابل یقین مانا جاتا ہے۔ اس وقت جدید تاریخ نویسی کے میدان میں جو ترقی ہوئی تھی اس سے سریدوناتھ پوری طرح واقفیت رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنی تاریخ نویسی میں سائنسی طریقہ کار کو بحسن وخوبی نبھایا۔ انہوں نے تمام موجود آثار اور ثبوتوں کا تقابلی مطالعہ کیا اور تاریخ کے سچ اور اس کی گہرائی تک پہنچنے میں کامیابی حاصل کی۔

سریدوناتھ کی پیدائش ایک خوش حال گھرانے میں ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے

﴿ مشق ﴾

آیئے پھر سے یاد کریں

1 مغلوں کے جانشیں صوبوں میں کون سا صوبہ آتا ہے ؟

(i) سکھ (ii) جاٹ

(iii) مراٹھا (iv) اودھ

2 بنگال میں خودمختار صوبہ کس نے قائم کیا ؟

(i) مرشدقلی خاں (ii) غازی الدین

(iii) برہان الملک (iv) شجاع الدولہ

3 سکھوں کو ایک طاقتور سیاسی اور فوجی قوت کی شکل میں کس نے تبدیل کیا ؟

(i) گرونانک (ii) گروتیغ بہادر

(iii) گروارجن سنگھ (iv) گروگوبند سنگھ

4 شیواجی نے کس سال آزاد صوبہ قائم کیا ؟

(i) 1665 (ii) 1680

(iii) 1660 (iv) 1674

5 مراٹھا یونین کا سربراہ کون تھا ؟

(i) پیشوا (ii) بھونسلے

(iii) سندھیا (iv) گائکواڑ

6 کالم (الف) کو کالم (ب) سے ملائیں

(الف)	(ب)
(i) ٹھیکے داری سسٹم	مراٹھا
(ii) سرویش مکھی	اورنگ زیب کی وفات

میں حاصل ہوا۔

گروگووند سنگھ

سکھ صوبہ

پچھلے سبق میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ پندرہویں صدی میں سکھ مذہب کو گرونانک نے پھیلایا جو شروع میں جاٹ کسانوں اور چھوٹی ذاتوں کے درمیان پھیلا۔ سترہویں صدی سے سکھ ایک سیاسی طبقہ کی شکل میں بھی اپنے کو متحد کرنے لگے۔ اپنے آخری رہنما گرو گوبند سنگھ (1708-1666) کی قیادت میں سکھوں نے خود کو مذہبی اور سیاسی دونوں صورتوں میں نمایاں کرنے کی کوشش کی۔ گرو گوبند سنگھ کی وفات کے بعد گرو کی روایت ختم ہوگئی۔ سکھوں کی قیادت ان کے معتمد شاگرد بندہ سنگھ یا بندا بہادر کے ہاتھوں میں آئی۔ اس نے مغلوں کے ساتھ آٹھ سال تک لڑائی لڑی لیکن صوبے کے قیام میں وہ کامیاب نہیں ہو سکا۔ نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کے حملوں کی وجہ سے سکھون کے زیر اقتدار علاقے پنجاب کی انتظامیہ میں بدنظمی پیدا ہوئی۔ ابدالی کے واپس لوٹنے پر سکھوں نے پنجاب علاقے میں سیاسی خلا کو پر کرنا شروع کیا۔ انہوں نے پہلے خود کو جتھوں میں پھر مسلوں میں مجتمع کیا۔ اس طرح کے بارہ مسل یا گروہ تھے جو پنجاب کے مختلف حصوں میں رسوخ رکھتے تھے۔ یہ مسل مساوات کی بنیاد پر ایک دوسرے کو تعاون دیتے تھے۔ اس طرح کے ایک گروہ کے سربراہ رنجیت سنگھ کی قیادت میں سکھوں نے انیسویں صدی میں ایک طاقتور صوبے کی شکل میں خود کو بدل دیا۔

علاقائی صوبوں کی نمود کا نتیجہ اور قومیت کی تعمیر میں ان کا کردار

مغل سلطنت کے کمزور ہونے کے بعد اٹھارہویں صدی میں کئی نئے آزاد علاقائی صوبے پیدا ہوئے۔ یہ ہندوستان

SARVA SHIKSHA - 2014-15 (FREE)

(4) واقعہ نویس-محکمہ داخلہ اور محکمہ خفیہ-صوبے کے خلاف ہونے والی تمام حرکات وسکنات پر یہ نظر رکھتا تھا اور اس کی تفصیلات پیش کرتا تھا۔

(5) سرنویس-بادشاہ کو خط وکتابت میں تعاون دینے والا۔ بادشاہ اپنے افسروں کے ساتھ اس کے ذریعہ رابطہ رکھتا تھا۔

(6) دبیر-غیر ملکی معاملات کا ذمہ دار۔ یہ پڑوسی صوبوں سے تعلق قائم کرنے میں بادشاہ کو مشورے دیتا تھا۔

(7) پنڈت راؤ-مذہبی معاملات کا ذمہ دار-یہ تعلیم یافتہ ہوتا تھا اور مذہبی کاموں کے لئے ملنے والے پیسوں اور سامانوں کا حساب رکھتا تھا۔

(8) نیائے دھیش شاستری-ہندو عدلیہ قوانین کی وضاحت کرنے والا۔

شیواجی نے محصول اراضی میں اہم اصولوں کو اپنا اور زمین کا نئے طریقے سے سروے کرایا۔ پھر ٹیکسوں کا تعین اسی کے مطابق کیا۔ نسلی زمین داروں کو اپنے زیر اثر لیا تاکہ آمدنی کے ذرائع موجود رہیں۔ اس نے اپنے علاقے کے باہر پڑوسی صوبوں پر چوتھ اور سردیش مکھی نام سے دو محصول اراضی ٹیکس لگایے۔ اس کے ذریعہ بڑے زمین داروں یا صوبے داروں کی طاقت توڑنے کی بھی کوشش کی گئی۔ اس سے اس کے مقبوضہ علاقوں میں کاشت کے قابل زمینوں کی توسیع ہوئی۔ اس اصول سے چھوٹے اور منجھولے کسانوں اور زمین مالکوں کی اسے حمایت ملی۔ اس نے فوجی نظم ونسق کو بھی درست کیا۔ اس نے نقد تنخواہ کا نظم کیا۔ اس طرح شیواجی نے اپنے صوبے کے علاقوں میں جو کوششیں کیں ان کی حمایت چھوٹے لوگوں نے بڑے پیمانے پر کی۔

مراٹھا حکومت کی توسیع

پیشواؤں کے ماتحت مراٹھا قوت کا فروغ

شواجی کے مرنے (1680) کے بعد اورنگ زیب جب تک زندہ ہا مراٹھا علاقوں پر مغلوں کا اثر قائم رہا۔ مگر 1707 کے بعد شیواجی کے علاقوں پر چیت پاؤن براہمنوں کے ایک خاندان کا اثر قائم ہوا۔ شیواجی کے جاں نشینوں کے ذریعہ اسے پیشوا کا منصب عطا کیا گیا۔ اس نے پونا کو مراٹھا حکومت کا مرکز بنایا۔ پیشواؤں نے مراٹھوں کی قیادت میں کامیاب فوج اور انتظامیہ کو فروغ دیا جس کی بنیاد پر انہوں نے اپنے صوبے کی توسیع

شیواجی

مغل دکن میں بیجاپور صوبے پر اپنا تسلط بڑھا رہے تھے۔ شیواجی نے ان دونوں صوبوں کے درمیان ہو رہی اس لڑائی کا فائدہ اٹھایا۔ اس نے اپنی چھاپا مار لڑائی تکنیک کے ذریعہ بیجاپور کے علاقوں پر لگاتار حملہ کر کے اپنے اثرات میں اضافہ کیا۔

اورنگ زیب جب بادشاہ بنا تو اس نے دکن میں شیواجی کی طاقت کو، جو کافی بڑھ چکی تھی، کم کرنے کی کوشش کی۔ اس نے شائستہ خاں کو شیواجی کے خلاف فوجی کارروائی کا حکم دیا لیکن اس میں اسے کامیابی نہیں ملی۔ شیواجی کے ذریعہ شائستہ خاں کے خیمے پر کیے گئے اچانک حملے میں وہ بال بال بچا۔ اس کے بعد اورنگ زیب نے آمیر کے حکمراں جے سنگھ کی قیادت میں ایک بڑی فوجی کارروائی شیواجی کے خلاف کی۔ اس میں وہ کامیاب رہا۔ شیواجی نے اپنے ذریعہ فتح کیے گئے زیادہ تر قلعے مغلوں کو سونپ دیے اور مغل منصب دار بننے کے لئے بھی تیار ہو گیا۔ مگر مغل دربار میں اورنگ زیب کے ذریعہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیے جانے کی وجہ سے مغلوں کے ساتھ اس کا تعلق بالکل خراب ہو گیا۔

1670 سے شیواجی نے مغلوں اور بیجاپور کے خلاف فیصلہ کن لڑائی شروع کر دی اور اس نے اپنے ذریعہ پہلے جیتے گئے سبھی قلعے واپس حاصل کر لئے اور بیجاپور کے کئی علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ دکن میں مغلوں کے تجارتی مراکز اور بندرگاہ سورت پر حملہ کر کے کثیر دولت حاصل کی۔ چونکہ مغل اس وقت شمال مغربی ہندوستان میں افغان باغیوں سے الجھے ہوئے تھے اس لئے دکن میں ہونے والے ان واقعات پر دھیان نہیں دے پا رہے تھے۔ شیواجی نے خود کو فوجی کوششوں سے حاصل شدہ ان علاقوں کا آزاد حکمراں اعلان کر دیا۔ اس نے رائے گڑھ کے قلعے میں ایک آزاد بادشاہ کی حیثیت سے اپنی تاج پوشی کروائی۔ اس طرح اس نے ایک جاگیردار سے آزاد حکمراں کی شکل میں دکن میں خود کو قائم کیا۔

شیواجی کی تاج پوشی کی اہمیت اور اسے حاصل شدہ عوامی حمایت

شیواجی نے خود کو آزاد حکمراں کی حیثیت سے پیش کر کے ایک ساتھ ہی سیاسی اور سماجی دونوں مقاصد کو حاصل کر

بنگال ہی کے طرز پر زمین کی مال گزاری کے لئے ٹھیکے داری نظام کو اپنایا۔ یہ بھی صوبے اپنے علاقوں میں ابتدائی ایک یا دو حکمرانوں تک ہی منظم رہ سکے۔ اس کے بعد ان صوبوں کو وہی سب مشکلات پیش آئیں جو بعد کے مغل حکمرانوں کو پیش آئی تھیں۔ اس لئے ایک دو مثالوں سے قطع نظر جیسے اودھ کے حکمرانوں کے ذریعہ لکھنؤ میں فن تعمیر کا فروغ، ان نو قائم شدہ صوبوں کی کوئی اہم حصولیابی نہیں رہی۔ یہ صوبے دراصل اپنے بنیاد گزار حکمرانوں کی سیاسی اولوالعزمی اور خواہشات کا نتیجہ تھے۔ یہ خواہشات مغلوں کی کمزوری سے پیدا ہوئی تھیں۔

راجپوت صوبے

گزشتہ باب میں آپ نے راجپوتوں کے بارے میں پڑھا ہوگا۔ ایک مضبوط سیاسی اور سماجی جماعت کی صورت میں یہ عہد وسطی کے قبل طلوع ہوئے تھے۔ چوتھے باب میں مغلوں اور مختلف راجپوت نسلوں کے مابین رشتوں کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہوں گے۔ اکبر نے اس مضبوط قوم کے ساتھ دائمی دوستی قائم کر کے مغل سلطنت کو استحکام عطا کیا تھا۔ اورنگ زیب کے بعد مغل حکمرانوں کے عہد میں یہ تعلق ختم ہونے لگا۔ مغلوں کے لگا تار کمزور ہونے اور ان کے ماتحت صوبوں کے آزاد صوبوں میں تبدیل ہونے کے رجحان نے راجپوتوں میں بھی آزاد صوبہ قائم کرنے کی خواہش پیدا کردی۔ اہم راجپوت خاندانوں نے دھیرے دھیرے خود کو مغل حکمرانوں سے آزاد کرنا شروع کیا، ساتھ ہی دلی اور آگرہ کے آس پاس کے علاقوں کے پاس یہ اپنا تسلط بڑھانے لگے۔ مگر ان صوبوں نے اپنے یہاں کوئی منظم حاکمانہ نظام قائم نہیں کیا۔ پہلے کی طرح انہوں نے پھر آپس میں اختلاف اور جنگ وجدل شروع کردیا، اس طرح یہ اپنی طاقت اور ذرائع کو برباد کرتے رہے۔

اٹھارہویں صدی کا سب سے اہم راجپوت حکمراں آمیر (جے پور) کا سوائی جے سنگھ (1681-1743) تھا۔ وہ ایک مشہور ماہر فلکیات تھا۔ اس سلسلے میں اس کے اعداد وشمار بہت حد تک صحیح ہوتے تھے۔ اس نے جاٹوں سے حاصل شدہ علاقوں پر جے پور شہر قائم کیا تھا۔ اس نے آگرہ، دلی، جے پور، متھرا اور اجین میں مشاہدہ گاہیں بنوائیں۔ یونانی ماہر اقلیدس ''یوکلڈ'' کی کتاب ''اقلیدس کے عناصر'' کا سنسکرت میں اس نے ترجمہ بھی کیا تھا۔

مغلوں سے جدوجہد کے بعد نمود پانے والے صوبے

اٹھارہویں صدی میں کچھ ایسے صوبوں کا وجود بھی ہم دیکھتے ہیں جو مغلوں سے لگا تار جدوجہد کے بعد نمودار ہوئے

میں تفصیل سے پڑھا ہوگا۔ اس باب میں آپ ان وجوہات سے بھی واقف ہوئے جنھوں نے مغلوں کی سلطنت کو کمزور کیا۔ مغلوں کی اس کمزوری کا فائدہ ان کے زیر حکمرانی کام کرنے والے طاقتور حکمرانوں نے اٹھایا۔ جیسے جیسے مغل سلطنت کمزور ہوتی گئی علاقائی طاقتیں خود کو آزاد اور خود مختار صوبوں میں تبدیل کرنے لگیں۔ اس لئے، اٹھارہویں صدی میں جو نئی سیاسی سرگرمیاں دکھائی دیتی ہیں ان کا گہرا تعلق مغل سلطنت کے زوال کے اسباب سے رہا ہے۔ اس کے بارے میں تفصیل سے آپ گزشتہ باب میں پڑھ چکے ہیں۔

برصغیر میں آزاد نئے صوبوں کا نمود

مغل سلطنت کے زوال کی وجہ سے نمودار ہونے والے نئے صوبوں کو ان کی تشکیل کی بنیاد پر تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1 مغلیہ علاقوں میں آزاد ہونے والے صوبے۔ بنگال، اودھ اور حیدرآباد۔

2 بڑے منصب داروں اور جاگیرداروں کے صوبے جو پہلے مغلوں کے زیرنگوں بھی کافی خود مختار تھے۔ یعنی راجپوتانہ علاقے کے صوبے۔

3 مغلوں سے طویل فوجی لڑائی کے بعد نمودار صوبے۔ مراٹھا، سکھ، جاٹ اور بندیل۔

اٹھارہویں صدی میں جن نئے صوبوں کا طلوع ہوا ان میں سب سے اہم صوبے تھے بنگال، اودھ اور حیدرآباد (نظام) ان صوبوں کے بنیاد گزاروں کو مغل دربار میں بہت موثر اور اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ اسی کا فائدہ اٹھا کر انھوں نے خود مختار صوبوں کا قیام عمل میں لایا۔

خود مختار صوبہ

ایسا صوبہ جو اپنے تمام فیصلے اور پالیسی کا تعین خود کرتا ہے۔

نئے صوبوں کو تین گروپوں میں تقسیم کرنے کی بنیاد کیا رہی ہوگی۔

تقاوی قرض

کسانوں کو صوبے کے ذریعہ دیا جانے والا قرض۔ اس کا مقصد پیداوار کو بڑھانا تھا۔

ٹھیکہ داری یا اجارہ داری

محصول وصولی کے لئے ایک مقررہ علاقے پر متعین کردہ رقم کے لئے کچھ لوگوں سے حکمراں کے ذریعہ کیا گیا سمجھوتہ۔

1 خالی جگہوں کو بھریں

(i) اردو ایک.................زبان ہے۔ (ملی جلی، اکیلی، شیریں)

(ii) اردو کی پیدائش.................صدی میں ہوئی۔ (گیارہویں، بارہویں، چودہویں)

(iii) جلال الدین اردو کا لفظی معنی ہے................. (گھر، محل، خیمہ، لشکر)

(iv) ایرانی لوگ سندھو کو.................کہتے تھے۔ (ہندی، ہندو، ہندی)

(v) تلسی داس نے.................کی تخلیق کی تھی۔ (مہابھارت، رامائن)

(vi) پہاڑی فن مصوری.................علاقہ میں فروغ پایا۔ (وسطی ہند، شمال مغربی ہمالیہ، راجستھان)

2 مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب دیں۔

(i) اردو کی ترقی کیسے ہوئی ؟

(ii) لوک ادب کے بارے میں پانچ سطریں لکھئے۔

(iii) رحیم کون تھے ؟ ان کے دوہوں میں سے کوئی ایک دوہا لکھئے۔

(iv) حمزہ نامہ کیا ہے ؟

(v) پہاڑی فن مصوری میں کن کن موضوعات پر تصویریں بنائی جاتی تھیں ؟

(vi) غزل اور قوالی میں فرق بتایئے۔

3 چرچا کریں

(i) علاقائی زبان اور ادب کے فروغ کی کیا اہمیت ہے ؟

(ii) آپ کے گھر میں جو زبان بولی جاتی ہے اس کا استعمال لکھنے میں کب سے شروع ہوا ؟

مغل بادشاہوں نے موسیقی کو بڑھاوا دیا۔ اکبر کے دربار میں موسیقاروں اور مغنیوں کو سات حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا جن میں ہفتہ کا ایک دن مغنیوں کے حصہ کے لئے ہوتا تھا۔ تان سین اکبر کے نورتنوں میں سے ایک تھا۔ تان سین کے تخلیق کئے ہوئے کئی دھرپد ملے ہیں جن میں بادشاہ اکبر کی تعریف وتوصیف ہے۔ اس وقت یہ رواج تھا کہ جس بادشاہ کے دربار میں جو مغنی رہتا تھا وہ اپنی تخلیقات میں مربی اور مالک راجہ کی تعریف وتوصیف بیان کیا کرتا تھا۔

ایسی کہانی مروج ہے کہ جب تان سین دیپک راگ گاتے تھے تو دیپک اپنے آپ جل اٹھتے تھے اور جب میگھ ملہار گاتے تھے تو بارش ہونے لگتی تھی۔ کیا اب یہ ممکن ہے کہ دیپک راگ گانے پر دیپک خود بخود جل اٹھے اور میگھ ملہار گانے پر بارش ہونے لگے۔

مغل عہد حکومت میں خیال گائن کی بھی ایجاد ہو چکی تھی۔ خیال دو طرح کے ہوتے ہیں۔ بڑا خیال اور چھوٹا خیال۔ بڑے خیال کی لے دھیمی رہتی تھی اور چھوٹے خیال کی لے تیز اور شوخی سے معمور رہتی تھی، اس لئے بڑے خیال کے برعکس چھوٹا خیال زیادہ مقبول ہوا۔ بعد کے مغل بادشاہوں نے موسیقی کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔

بہار میں موسیقی

گرچہ بہار میں موسیقی کا آغاز ویدک عہد میں ہوا لیکن ترکی زبان میں بہار میں صوفی سنتوں کے ذریعہ موسیقی کی ترقی ہوئی۔ مغل حکومت کے زوال کے بعد ہندوستانی موسیقی کی منتقلی مغل دربار سے لکھنؤ، بنارس اور پٹنہ تک ہوئی۔ بہار کے پٹنہ، گیا، آرہ، بتیا اور چھپرہ وغیرہ موسیقی کے خاص مراکز تھے۔ پٹنہ میں خیال اور ٹھمری کو خاص مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس کے علاوہ غزل، دادرہ، کجری اور چیتی گائن تھے۔ بہار میں چنتامنی نام کے ایک مشہور موسیقار تھے جنہیں 'بلبل بہار' کا خطاب دیا گیا تھا۔

SARVA SHIKSHA - 2014-15 (FREE)

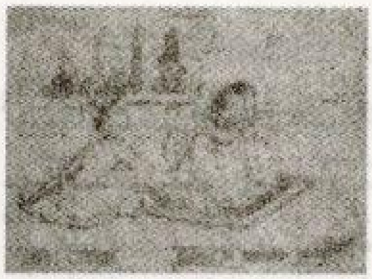

علاقے میں موجود ہماچل پردیش، جموں اور اتر پردیش کا ہٹری گڑھوال کا علاقہ آتا ہے۔

پہاڑی مصوری میں روایتی موضوعات اور پرانی مذہبی کہانیوں اور گاتھاؤں کے علاوہ لڑکیوں کو گیند کھیلتے، موسیقی یا مویشیوں سے تفریح کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ راجاؤں مہاراجاؤں کے درباروں کی تصویریں بھی ملتی ہیں۔ قدرتی مناظر میں پھیلی ہوئی شاخوں میں پتی دار گھنے اور بڑے درختوں کی تصویر کشی بھی کی گئی ہے جو تصویر میں پھلوں سے لدے ہوئے ہیں۔ یہی نہیں تاروں سے بھرے آسمان، آندھی طوفان اور آکاش کی تاریکی میں چمکتی ہوئی بجلی کے مناظر بھی دکھائے گئے ہیں۔

پہاڑی مصوری میں بھڑکیلے لال، نیلے اور نارنگی رنگ سے لے کر ہلکے پنسل رنگوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ کپڑوں، برتنوں، سنگھاسنوں، کرسیوں اور قالینوں وغیرہ کے لئے سونے اور چاندی کے رنگوں کا استعمال کیا گیا ہے۔ پہاڑی مصوری میں رنگ کی کئی پرتیں چڑھائی جاتی تھیں۔ رنگ کی ایک پرت چڑھانے کے بعد سوکھنے دیا جاتا تھا اور سوکھنے کے بعد پھر سے چمکا کر دوسرے رنگ کی دوسری پرت چڑھائی جاتی تھی۔ اخیر میں تصویروں کے کناروں کو کالے یا لال رنگ سے گہرا کیا جاتا تھا۔

پٹنہ قلم

مغل دورِ حکومت کے زوال کے سبب جب درباروں میں مصوروں کو سرپرستی نہیں ملی تو وہ دوسری جگہوں پر جا کر رہنے لگے۔ 1760ء کے لگ بھگ یہ فن کار سہولت کی تلاش میں بنگال کے مرشد آباد پہنچے۔ اور کچھ پٹنہ میں بھی پہنچے۔ وہ لودی کٹرہ، مچھرہٹا، آرہ اور داناپور میں رہ کر مصوری کا کام کرنے لگے۔ یہ مصوری پٹنہ قلم یا پٹنہ شیلی کہلائی۔ پٹنہ قلم کے زیادہ تر چتر کار مرد ہیں اس لئے اس شیلی کو مردوں کی مصوری کی شیلی بھی کہا جاتا ہے۔ پٹنہ قلم کی تصویریں بھی چھوٹی تصویروں کی صف میں

SARVA SHIKSHA - 2014-15 (FREE)

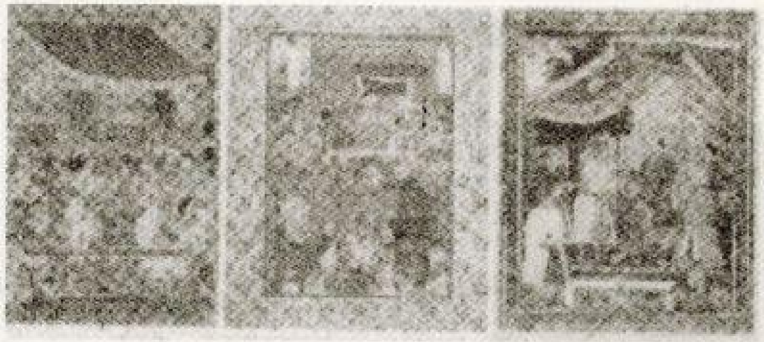

دورِ مغلیہ کی مصوری

معروف تھیں۔

ترک دور حکومت میں بھی مصوری مختلف ناموں سے زندہ رہی۔ مصوری کی قسموں میں جین مصوری اور مغربی ہندوستانی مصوری کا شہرہ تھا۔ اس وقت کے فارسی اور ہندی دستاویزات میں علاء الدین خلجی کے دورِ حکومت میں بھتی تصویروں، مخطوطات (با تصویر) اور کپڑوں پر بنی تصویروں کے ثبوت بھی ملتے ہیں۔ عہد سلطنت کی تصاویر میں عام آدمی کی زندگی کے مناظر، شکار کے مناظر اور لوک کہانیوں کی تصویریں شامل ہیں۔ ان میں سنہرے رنگوں کا کھل کر استعمال کیا گیا ہے۔

مغلوں کے پہلے سونے کے کمروں میں بھتی تصویروں کی شکل میں مصوری بہت ہر دلعزیز تھی۔ لیکن وقت کے بدلنے کے ساتھ صرف نام کے ہی یہ فن رہ گئے۔ دلی سلطنت کے عہد میں فن مصوری کے بچے کچھے آثار ہمیں چمپانیر اور سرہند کے قبل مغل یادگاروں اور سیری و بیگم پور سے مخدوم ولی سے ملی ہیں۔ بھتی تصویروں کے یہ آثار پھول پتیوں اور پیڑ پودوں کی شکل میں موجود ہیں۔

کچھ صوبائی حکمرانوں نے بھی فن مصوری کی سرپرستی کی۔ ان کے وقت میں بنائی گئی تصویروں کا ذکر خاص طور سے جون پور اور بنگال میں ملا ہے۔ صوبائی مصوری میں چھوٹی تصویروں کو اولیت تھی، جس میں لال اور کچھ نیلی ہری اور پیلی زمینیں ہوتی تھیں۔

ہندوستان میں مغلوں نے فن مصوری کے جس طرز اور انداز کی بنیاد ڈالی وہ مغل فن مصوری کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ ان میں سب سے اہم جو تخلیق ہے وہ داستان امیر حمزہ یا حمزہ نامہ ہے۔ یہ ایک نایاب مخطوطات کی شکل میں موجود ہے۔ اس میں 1200 تصویریں ہیں۔ ساری تصویریں رنگین اور چمکیلے رنگوں میں کپڑے پر بنی ہوئی ہیں۔

رحیمن بگڑے دودھ کو

متھے نہ مکھن ہوئے

اکبر کے وقت میں علاقائی زبانوں میں بھی بہت سی عمدہ تخلیقات سامنے آئیں۔ان کے عہد حکومت میں ہی تلسی داس نے رام چرت مانس کی تخلیق اودھی زبان میں کی، جس کے ہیرو رام تھے۔اسی وقت مغل حکمراں اور ہندو راجا آگرہ اور آس پاس کے علاقوں میں بولی جانے والی برج بھاشا کو بھی بڑھاوا دے رہے تھے۔کوی سورداس کا اس زمانے کے ادب میں بہت اہم کردار ہے۔

جنوبی ہندوستان ملیالم زبان کی ادبی روایت کا آغاز عہد وسطی میں ہوا۔مہاراشٹر میں ایک ناتھ اور تکارام نے مراٹھی زبان کو کافی فروغ دیا۔

صوبہ بہار کئی زبانوں کا علاقہ رہا ہے۔اس میں کچھ زبانیں ملکی سطح پر بولی جاتی ہیں اور کچھ علاقائی سطح پر۔ ہمارے صوبے کا نہ صرف قومی زبان بلکہ علاقائی زبان کی ترویج وترقی میں بھی اہم رول رہا ہے۔عہد وسطی کے بہت سے ایرانی سیاحوں نے اس علاقے میں رہنے والے بہت سے شاعروں اور دانشوروں کا ذکر کیا ہے۔ بہار کے چندریشور اس عہد کے مشہور مبصر تھے، جنھوں نے صوفی سنتوں سے متاثر ہوکر مذہب کی تعریف بیان کی تھی۔ملک کے ہندی نژاد صوبوں میں اس خطے کا اہم مقام ہے۔ یہاں ہندی کی پیدائش 'مگدھی' اپ بھرنش سے ہوئی ہے۔اس کے علاوہ علاقائی زبان میتھلی، مگہی اور بھوج پوری کا فروغ ہوا۔ان زبانوں سے اردو نے بھی استفادہ کیا۔

بہار کی زبانوں میں میتھلی سب سے زیادہ ترقی یافتہ زبان ہے۔یہ متھلانچل اور قرب وجوار کے علاقے میں بولی جاتی ہے۔اس زبان کے استعمال کے لئے ایک الگ رسم الخط کا استعمال ہوتا ہے جسے میتھلی کہتے ہیں۔حالانکہ زمانہ قدیم سے ہی میتھلی زبان بولی جاتی، مگر اس کی موجودہ شکل کا نمو دسویں صدی میں ہوا۔

ودیاپتی میتھلی کے مشہور کوی (شاعر) تھے،انہوں نے شاعری کے ذریعہ میتھلی ادب کو عروج پر پہنچانے کا کام کیا۔اپنی شاعری کے ذریعہ عہد وسطی کے متھلا میں موجود غلط رسوم اور خرافات کی انہوں نے مخالفت کی۔اس کے علاوہ ودیاپتی

ہندی مختلف علاقوں میں کن کن ناموں سے جانی جاتی ہے۔

جنوبی ہند میں جس اردو کا فروغ ہوا وہ دکنی کہلائی۔ اٹھارویں صدی کے اخیر تک اردو ہندوی ہندی یا دکنی کہی جاتی تھی اور لوگ اردو زبان کو ہندوستانی یا دکنی کے نام سے پکارتے تھے۔ مغل دور میں اردو مغلوں کی مادری زبان بن گئی اور گھر دربار اور خیموں میں بولی جانے لگی۔

ہندی، ہند، ہندوی اور ہندوستان جیسے لفظوں کا تعلق ہندوستان شمال مغرب حصے میں بہنے والی ندی سندھو سے ہے۔ ہندوستان اور ایران کے بیچ قدیم زمانے سے ہی تعلق بنا ہوا ہے۔ ایرانی سندھو کو ہندو کہتے تھے۔ ہندو سے ہند بن گیا۔ ایران کے لوگوں نے جب اس لفظ میں ایک تبدیلی کی تو وہ ہندک بن گیا، جس کا معنی ہوتا ہے ہند کا۔ تبھی سے ہند کی زبان ہندی کہی جانے لگی۔

سلطنت کے دور میں بہت سے ہندی ادب کے روپوں کا فروغ ہوا، جن میں خاص ہے جین، لوکک اور شری ادب۔ جینیوں نے ادب کی تخلیق کی لیکن ان کی زیادہ تر تخلیقات اس دور میں سنسکرت میں ہی رہی۔ ہیم چندر سوری نے جین ادب کی تخلیق کی اور اپنی بیش بہا خدمات پیش کی۔

لوکک ادب میں 'ڈھولا مارو ہا' نام کی معروف لوک بھاشا کی شاعری تخلیق کی گئی۔ اس میں ڈھولا نام کا راج کمار اور ماروانی نام کی راج کماری کی عشقیہ کہانی کا بیان ہے۔ اس نظم میں عورت کے نرم جذبات کو بہت ہی موثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ہم عصر لوکک ہندی ادب کے زندہ جاوید شاعر اور کوی امیر خسرو ہیں۔ امیر خسرو نے ہندی میں بہت سی پہیلیاں لکھیں، جو آج بھی مشہور ہیں۔ ان میں کی ایک پہیلی دیکھیں:

ترور سے ایک تریا اتری، اس نے بہت رجھایا
باپ کا اس نے نام جو پوچھا، آدھا نام بتایا
آدھا نام پتا پر پیارا، بوجھ پہیلی گوری
امیر خسرو جو کہے، اپنے نام من بولی بنوری

8

علاقائی تہذیب وثقافت کا عروج

ایک مشہور کہاوت ہے ''کوس کوس پر پانی بدلے اور سات کوس پر بولی''۔ یہ کہاوت سنتے ہی درجے کے سب بچے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ تبھی احمد نے پوچھا ''ماسٹر صاحب آپ نے ایسا کیوں کہا اور اس کا مطلب کیا ہے ؟'' ماسٹر صاحب نے جواب دیا: ''اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر دو تین کیلومیٹر پر پانی کا ذائقہ اور سطح بدل جاتی ہے اور ہر بیس اکیس کیلومیٹر پر بولی بدل جاتی ہے۔'' اس باب میں ہم علاقائی زبانوں اور ان کے ادب کے متعلق جانیں گے۔

گپت خاندان کے سنہرے دور حکومت کے زوال کے سبب چھٹی صدی کی علاقائی اکائیوں کے عروج کا سلسلہ شروع ہوا۔ ساتویں اور آٹھویں صدی تک جن نئی حکومتوں کا وجود نقشے پر سامنے آیا ان میں پال، گجر، پرتی ہار، راشٹرکوٹ، پلو اور چول وغیرہ خاص تھے۔ سیاسی ماحول میں یہ بدلاؤ نئے علاقوں کے سبب زبان، ادب، آرٹ اور موسیقی کے میدانوں میں اہم تبدیلی کا سبب بنا۔ نتیجہ کے طور پر جہاں شمالی ہند کی زبانوں کے فروغ کا اشارہ ملتا ہے، وہیں جنوبی ہند میں جہاں بنگلہ، آسامی، میتھلی، اڑیا اور اودھی جیسی علاقائی بولیوں کے فروغ کو بھی طاقت ملی۔ علاقائی تہذیب کے اس عروج کے اہم دور میں آنے والی صدیوں میں کل ہند سطح پر اردو اور ہندی زبانوں کی ترقی نے ادب کا سرمایہ بڑھایا۔ وہیں دوسری طرف اس دور میں اپنی علاقائی پہچان کو بڑھانے کے سلسلے میں مصوری اور موسیقی میں بھی غیر معمولی ترقی ہوئی، جن کے ملے جلے اثرات کے سبب

مشق

1 آیئے پھر سے یاد کریں

1 سندھ کو کس نے فتح کیا ؟

(i) محمد بن تغلق (ii) محمد بن قاسم

(iii) جلال الدین اکبر (iv) فیروز شاہ تغلق

2 محمود غزنی کے ساتھ کون سے اسکالر ہندوستان آئے ؟

(i) البہار (ii) البیرونی

(iii) الجواہری (iv) منہاج السراج

3 ہندوستان میں کرتا پاجامہ کا رواج کن کی آمد سے شروع ہوا ؟

(i) عیسائی (ii) پارسی

(iii) مسلمان (iv) یہودی

4 الوار اور نینار کہاں کے بھگت سنت تھے ؟

(i) شمالی ہند (ii) مشرقی ہند

(iii) مہاراشٹر (iv) جنوبی ہند

5 معین الدین چشتی کی درگاہ کہاں ہے ؟

(i) دہلی (ii) ڈھاکہ

(iii) اجمیر (iv) آگرہ

2 ان کالموں کو صحیح صحیح ملایئے

(الف) نظام الدین اولیا (i) بہار

(ب) شنکر دیو (ii) دہلی

ہندوستان کا سب سے ہر دلعزیز سلسلہ چشتیہ تھا جس کی بنیاد اجمیر شریف میں خواجہ معین الدین چشتی کے ذریعہ ہموار کی گئی۔ ان کے شاگردوں اور عقیدت مندوں میں راجستھان کے حمید الدین ناگوری، دلی کے بختیار کاکی، خواجہ نظام الدین اولیا، پنجاب کے بابا فرید اور گلبرگہ کے بندہ نواز گیسودراز کی بڑی اہمیت مانی جاتی ہے۔ چشتیہ سلسلے کو ہر دلعزیز بنانے کا سہرا نظام الدینؒ اولیا کے سر جاتا ہے۔

چشتی صوفیا سہروردی صوفیا کے برعکس سادگی، غربت اور تنہائی میں یقین رکھتے تھے۔ انہیں حکمرانوں کی مراعات اور سہولیات کی چاہ نہیں تھی۔ انہوں نے تبدیلی مذہب میں دلچسپی نہیں لی۔ ان کے دروازے سبھی مذاہب کے لوگوں کے لئے کھلے رہتے تھے۔ چشتی صوفیا عبادت وریاضت میں ہر دم مصروف رہنے میں یقین رکھتے تھے۔

آگے چل کر ہندوستان میں کئی سلسلے قائم ہوئے جس میں قادری، نقش بندی، شطاری اور بہار میں فردوسی کا خاص مقام ہے۔ بہار میں فردوسی سلسلے کے صوفیوں میں حضرت مخدوم شرف الدین یحیٰ منیریؒ کا بڑا مرتبہ ہے۔

حضرت مخدوم شرف الدین یحیٰؒ منیری

ہندوستان میں مشترکہ تہذیب کی جو پاکیزہ روایت صوفیوں نے قائم کی اس کی آج بھی بہت اہمیت ہے۔ اس تہذیب کو بہار میں مستحکم کرنے کا کام حضرت منیریؒ نے کیا۔ انہوں نے غلط اور محدود طرز فکر کی نہ صرف مخالفت کی بلکہ ذات اور مذہب کی سختی کی جگہ ایک خوش گوار تہذیب کی راہ ہموار کرنے کی کوشش کی۔ ان کی کوششوں سے بہار میں فردوسیہ سلسلے کو کافی تقویت ملی۔ حضرت منیریؒ نے منیر شریف سے سونار گاؤں (بنگلہ دیش) تک کا سفر کیا اور علم حاصل کیا۔ اس کے بعد وہ راجگیر اور بہار شریف میں عبادت و ریاضت دین کی تبلیغ میں مشغول رہے۔ فارسی زبان میں ان کے مکتوبات کے دو مجموعے ''مکتوبات صدی'' اور ''مکتوبات دوصدی'' خاص ہیں۔

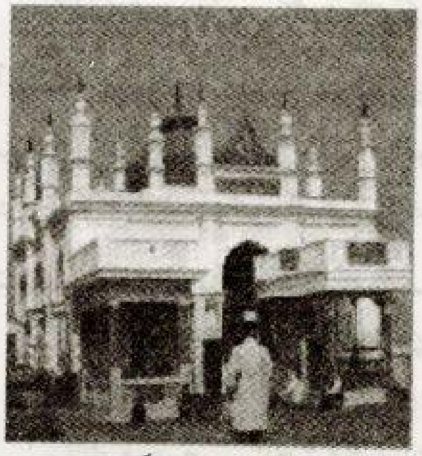

حضرت مخدوم شرف الدین یحیٰ منیری کا مزار

روحانیت

روحانیت وہ جذبہ ہے جو انسان کو خدا سے متعلق اسرار ورموز کو جاننے کے لئے متحرک کرتا ہے۔ صوفی واد ایک ایسا نظریہ تھا جس کے تحت انسان (سنت) اپنے اندر اللہ کی موجودگی کو محسوس کرتا ہے اور بنا کسی بھید بھاؤ کے ایشور کی تخلیق یعنی پوری کائنات سے پیار کرتا ہے۔

صوفیوں نے مذہب اسلام میں مورتی پوجا کو ممنوع کر کے وحدانیت یعنی صرف ایک اللہ کی عبادت کو جائز قرار دیا۔ مذہب اسلام نے شریعت اور نماز کو اولیت دی، جبکہ اللہ کے عشق کے علاوہ کسی پابندی کو قبول نہیں کیا۔ ان کے یہاں اللہ سے تعلق عاشق و معشوق جیسا ہوتا ہے۔ اللہ کی عبادت میں مشغول صوفی حضرات نظمیں تخلیق کر کے گایا کرتے تھے۔ یہ پیر یا اولیا کی دیکھ ریکھ میں سماع (قوالی) ذکر (ورد) اور فکر میں ڈوبے رہتے تھے۔ ویسے تو صوفی واد کے فروغ کے کئی قصے ہیں لیکن اس کی شروعات وسطی ایشیا سے مانی جاتی ہے۔ یہاں کے صوفی سنتوں میں امام غزالی، رومی، سعدی اور رابعہ بصری وغیرہ کا نام قابل ذکر ہے۔

سماع کی ایک محفل

ہندوستان میں سب سے پہلے صوفی خانقاہ کے قیام کا سہرا سہروردی سلسلے کے صوفی بہاء الدین ذکریا کے سر جاتا ہے۔ سہروردی روزہ اور خود آزاری میں یقین نہیں کرتے تھے۔ انہیں دولت اور سیاست سے کوئی پرہیز نہیں تھا۔ ان صوفیوں نے حکومتی تعاون سے خوش حال زندگی بسر کی اور تبدیلی مذہب کو بڑھاوا دیا۔

SARVA SHIKSHA : 2014-15 (FREE)

گرونانک

کبیر کے ہم عصر گرونانک نے بھی دوسرے بھگتی سنتوں کی طرح ہی سماجی اور مذہبی غلط رسومات کی مخالفت کی۔ انہوں نے اسلام اور ہندو دونوں مذہبوں کی تعلیمات کو اپنایا۔ انہوں نے سب کے عظیم مالک خدا کی عبادت کا سب کو پیغام دیا۔ انہوں نے آپسی تعاون اور بین الذات شادیوں پر زور دیا۔ ان کے پیغامات وغیرہ گرنتھ میں جمع ہیں۔ ان کے پیرو کار سکھ کہلائے۔

ہندوستان میں مختلف سنتوں اور صوفیوں کا زمانہ

بہار کے سنت دریا صاحب

جب ہندوستانی سطح پر تہذیبی میل جول کی روایت کمزور ہو رہی تھی، اس وقت علاقائی سطح پر مذہبی رواداری کا فروغ ہوا جسے بہار میں دریا پنتھ کے آغاز کے روپ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ دریا پنتھ کے پیشوا دریا صاحب کو ان کے پیروکاروں کے ذریعہ کبیر کا اوتار بھی مانا جاتا ہے۔ یہ کبیر ہی کی طرح ایک کشادہ ذہن مفکر تھے۔

گرونانک